بنی امیّہ کے عداوتِ اسلام کی ایک مختصر تاریخ اور میدانِ کربلا کا عظیم کارنامہ

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

رسولؐ اسلام کی آنکھیں بند ہونا تھیں کہ عالم میں فتنہ وفساد کی آندھیاں چلنے لگیں۔ اسلام کے مقابل میں وہ کینۂ دیرینہ، جو اب تک دلوں میں آتش زیر خاکستر کی طرح چھپے ہوئے تھے شعلہ ور ہوگئے۔ مولفۃ القلوب منافقین جن کو رسولؐ نے مصالح اسلامی کی بنا پر مال و زر کی بوچھار سے اب تک موافق رکھا تھا، رسوؐل کی وفات کے بعد اپنے دلی مقاصد کے سرانجام دینے کے لئے آمادہ ہوگئے، اور ایک طرف اسلام کو صفحۂ عالم سے محو کردینے کے منصوبے بندھ گئے، دوسری طرف بنی ہاشم کو جن کی ممتاز فردیں جنگ بدر واحد کے کفار ومشرکین کے خون کی ذمہ دار تھیں، اور اب تک اسلامی ترقیوں کا سہرا بہت حد تک ان کے سر تھا، اس کی وجہ سے مقتول کفار کے ورثہ میں ظاہری اسلام لانے کے بعد بھی ان کا بغض وعناد جگہ کئے ہوئے تھا، حیات رسولؐ میں پوری کوشش کی گئی کہ ان افراد کی اہانت و تذلیل کی جائے، مگر وحی کا نہ ٹوٹنے والا سلسلہ اور رسولؐ کی نہ چپ ہونے والی زبان، ان کی مدح وثنا کے دفتر کھولتے ہوئے دشمنوں کی محنتوں پر پانی پھیرتی رہتی تھی۔

اہلبیتؑ سے بغض وحسد اور اس کے ساتھ اسلام کی دشمنی و عناد نے رسولؐ کے بعد عجیب عجیب صورتیں اختیار کیں، جن کے ساتھ ملک ودولت کی ہوس اور نظم ونسق عالم کی طمع نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ اسلام اور اس کے خاموش محافظوں کے برخلاف مخالفت کا وہ طوفان برپا ہوگیا کہ العظمۃ للہ، مگر وہ حکیم الاسلام جو مدرسۂ قدرت میں سیاست مدن کا سبق حاصل کرچکا تھا، اس وقت اپنے خاموش طرز عمل سے اسلام کی حفاظت کررہا تھا، ورنہ اسلام اس وقت مٹ چکا ہوتا اور صفحۂ دنیا اس وقت شریعت اسلامیہ کے نقش سے سادہ نظر آتا، بنی امیہ جن کی عداوت اسلام سے ضرب المثل تھی، اور رسوؐل کو جن کے ہاتھوں سخت ترین مصائب کا مقابلہ کرنا پڑے تھے وہ بھی ابھی تک ایک طرف اسلام کی قوت کے سبب دوسری طرف اس خیال سے کہ شاید رسولؐ کے بعد حکومت وسلطنت انھیں نصیب ہوجائے۔ اسلام کی مخالفت سے ساکت تھے۔ لیکن زمانہ کا انقلاب کہ رسولؐ کے بعد حکومت بنی ہاشم سے علٰحدہ ہونے کے بعد بھی بنی امیہ تک نہ آئی، تیم وعدی کے ہاتھ میں پہنچ گئی، جس کی وجہ سے ان لوگوں کو ظاہر اسباب کے لحاظ سے کوئی امید باقی نہیں رہی۔

پہلے ہی دور میں اسلام کے مٹانے کے لئے مکر وتزویر کا جال پھیلادیا، ابوسفیان جو اس وقت اس گروہ میں بزرگ خاندان تھا، وہ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے پاس آکر کہنے لگا "عَلَيْكُمْ عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ اَذَلُّ بَيْتٍ فِي قُرَيْشٍ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَمْلَأُهَا خَيْلًا وَرِجَالًا" (یعنی بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس خلافت کے بارے میں تم لوگوں پر سب سے رذیل خاندان قریش کا غالب آگیا، خدا کی قسم میں تمہاری مدد کے لئے زمین حجاز کو سوار و پیادہ سے بھر دوں گا۔)

(دیکھو استیعاب، مطبوعۂ دائرۃ المعارف، حیدرآباد، جلد اول، ص ۳۴۵)

یہ وہ سمیت آمیز اور زہر افشاں کلام تھا کہ اگر چل جاتا تو

اسلام کا خاتمہ تھا۔ وہ اعراب جو ابھی تک اسلامی تعلیمات و اخلاق سے پورے طور پر آشنا نہ ہوئے تھے، اوراس کو بار گراں سمجھتے تھے کسی شدید خانہ جنگی کے بعد فوراً اسلام کو خیر باد کہہ دیتے۔ تھوڑے بہت مسلمان باقی رہتے وہ طرفین کے جنگ و جدال میں کام آتے۔ اسلام کا دنیا میں نام لینے والا بھی آج کوئی نہ ہوتا۔ لیکن امیر المومنینؑ کی بصیرت افروز اور ثاقب نظر متکلم کے کلام سے پہلے اس کے ضمیر کو دیکھ رہی تھی، جواب میں وہ سخت لہجہ اختیار کیا گیا کہ دوبارہ ایسے کلام کی جرأت نہ ہو۔ ارشاد ہوا کہ تو ہمیشہ اسلام کا دشمن رہا جاہلیت میں بھی اور اسلام کے بعد بھی۔

یہ پہلا وار تھا جو رسولؐ کے بعد بنی امیہ کی طرف سے اسلام پر کیا گیا، اگر چہ ناکام ہوا مگر دل کی عداوت کہیں جا سکتی ہے، وقتاً فوقتاً یہ مختلف صورتیں اختیار کرتی رہی۔ ادھر سے مایوس ہو کر بنی امیہ کو حکومت سے متوسل ہونا پڑا، اور اس طرف سے بمقتضائے وقت ان کی پوری دلجوئی اور مراعات کی گئی۔ شام کی حکومت کا امیر معاویہ کے پائے نام ہونا بھی اسی وقت کا ایک کارنامہ ہے، خوش قسمتی یا بدقسمتی سے حکومت کے تیسرے دور میں قرعۂ فال بنی امیہ کے نام نکلا، اور اس گروہ کو اسلام کے ساتھ اپنی حسرتوں کے نکالنے کا پورا موقع مل گیا۔ چنانچہ اس عہد میں صحابۂ رسول اور سچے اسلامی فرزندوں کے ساتھ جو شرمناک برتاؤ اختیار کئے گئے وہ تاریخ کے اوراق کو تاریک بنائے ہوئے ہیں۔

پانی سر سے اونچا ہو گیا، ظلم و ستم کو سہتے سہتے دلوں کے پیمانے چھلک اٹھے، جس کا افسوسناک نتیجہ قتل خلیفہ کی صورت میں ظاہر ہوا، تاریخ کے دیکھنے سے اس قتل کی بہت کچھ ذمہ داری بنی امیہ کے سر دکھائی دیتی ہے۔

تاریخ نے اپنے ورق کو الٹا اور حق نے اپنے مرکز پر عود کیا۔ مدینہ میں بڑے بڑے صحابۂ رسولؐ نے باتفاق امیر المومنین علی علیہ السلام کی بیعت کی، مگر شام کہ جس کے اوپر معاویہ بن ابی سفیان پورے طور پر قبضہ کر چکے تھے، اسلامی متفق فیصلہ کے سامنے سرنگوں نہ ہونا تھا نہ ہوئے، خون عثمان کے بہانہ سے علی بن ابی طالبؑ کے مقابلہ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا۔ جنگ صفین کے سیکڑوں معرکے جن میں ہزاروں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہہ گیا اسلام کو کمزور بنانے میں بہت کچھ دخل رکھتے ہیں۔ آخر اس جنگ کا فیصلہ ایک مکارانہ مصالحت کے ساتھ ہوا جو ساتھیوں کی کمزوری اور بے ثباتی سے مجبور ہو کر امیر المومنینؑ کو قبول کرنا پڑی۔ اگر دیانت و امانت سے کام لیا جاتا تو مسلمانوں کے درمیان سے اس ناگوار جھگڑے کا خاتمہ ہو سکتا تھا مگر افسوس کہ حرص و آز کے بڑھتے ہوئے سیلاب نے اس ظاہری مصالحت کو فتنہ وفساد کا ایک عظیم پیش خیمہ کر دیا اور عمرو بن عاص نے ابوموسیٰ اشعری کی سادہ لوحی اور کم ایمانی سے فائدہ اٹھا کر مسئلہ تحکیم کو بازیچۂ اطفال اور مکر و فریب کا ایک کرشمہ بنا دیا، جس کی وجہ سے اختلاف وافتراق کی خلیج پہلے سے زیادہ وسیع ہو گئی، جنگ نہروان اور خوارج کے اسلام سوز حرکات کو بھی اسی جنگ صفین کا ایک شعبہ سمجھنا چاہئے۔ لیکن یہ وہ وقت تھا کہ شام کے تخت پر بنی امیہ کے قدم پوری طاقت کے ساتھ جم گئے تھے ادھر امیر المومنین علیہ السلام کو مسجد کوفہ میں شہید کیا گیا، ادھر شام میں مخالفت اہلبیتؑ کا طوفان پوری قوت پر بلند ہو گیا۔ امام حسن علیہ السلام کو انصار کی کمی اور دشمنوں کی کثرت کے سبب سے خانہ نشین ہونا پڑا، بنی امیہ کو پوری آزادی حاصل ہو گئی، دمشق بلکہ تمام بلاد اسلامیہ کے منبروں پر کمال جرأت کے ساتھ اہلبیتؑ رسولؐ پر لعن وطعن کا بازار گرم ہو گیا۔

اہلبیتؑ رسولؐ کی مخالفت میں خزانوں کے دروازے، اور کیسہ ہائے زر و جواہر کے منھ کھول دیئے گئے، رواۃ احادیث کو توڑے دیئے جاتے تھے کہ وہ امیر المومنینؑ کی مذمت میں وضع احادیث کریں۔ ابوالحسن علی بن محمد مداینی جو اسلامی مورخین میں بڑے پایہ کا شخص ہے اس نے 'کتاب الاحداث' میں اس زمانہ کی حالت کی عجیب وغریب الفاظ میں تصویر کھینچی ہے وہ لکھتا ہے کہ:-

معاویہ نے ایک فرمان اپنے تمام گورنروں کے پاس بھیجا کہ میں اپنی ذمہ داری کو ہٹاتا ہوں اس شخص کی حفاظت سے جو ابوترابؑ کی فضیلت میں کوئی روایت بیان کرے، بس پھر کیا تھا ہر

شہر وقریہ میں اور ہر منبر پر خطباء واعظین علی بن ابی طالبؑ کے لعن کے لئے کھڑے ہوگئے، سب سے زیادہ مصیبت اہل کوفہ کے لئے تھی کیونکہ اس میں شیعہ اچھی خاصی تعداد میں تھے۔ معاویہ نے وہاں زیاد بن سمیہ کو حاکم بنا دیا، اس نے چن چن کر ان کو قتل کرنا شروع کیا، دست و پا قطع کئے، آنکھیں نکالیں، درختوں پر سولی چڑھایا، یہاں تک کہ کوئی مشہور و معروف شخص ان میں سے باقی نہیں رہا، اس کے بعد صحابۂ کبار کے فضائل میں احادیث وضع ہونا شروع ہوئے یہاں تک کہ ہر خطہ عالم میں مشہور ہوگئے۔

علی بن ابی طالبؑ کی ذات سے اسلام کو جو ارتباط تھا اس کی وجہ سے محال تھا کہ علیؑ کی عداوت اسلام کے حدود تک نہ پہنچتی۔ اس فسق و کذب اور ظلم و جور نے عالم سے سچے اسلامی نقشوں کو فنا کر دیا، اور دلوں سے اسلامی روح بالکل مفقود ہوگئی۔

اس زمانہ کے بعض اہم خصوصیات

امیر شام معاویہ اگر چہ صحابۂ رسولؐ میں محسوب کئے جاتے ہیں مگر ان کی حکومت کے یہ افسوسناک خصوصیات ہیں جو ہر اسلامی تاریخ میں جلی حرفوں میں نمایاں نظر آتے ہیں جن سے اسلام کے ضعف و کس مپرسی کا اندازہ ہو سکتا ہے:-

(۱) جھوٹ اور خدا و رسولؐ پر افترا پوری آزادی کے ساتھ عمل میں لایا جانے لگا، بلکہ حکومت وقت کی طرف سے اس پر جائزہ و انعام دیا جاتا تھا، جیسا کہ ابوالحسن مداینی نے 'کتاب الاحداث' میں لکھا ہے کہ ''معاویہ نے تمام عمال کو لکھا کہ جو شخص حضرت عثمان کی فضیلت میں کسی حدیث کو بیان کرے اس کا پورا نام مع پتہ کے میرے پاس لکھ کر بھیج دو اور پوری طرح جائزہ و انعام سے اس کو مالا مال کر دو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فضیلت عثمان میں بہت سے احادیث پیدا ہوگئے۔ پھر تمام گورنروں کو لکھا گیا کہ عثمان کی فضیلت میں احادیث کا بہت کافی ذخیرہ جمع ہوگیا ہے، اب تم دیگر صحابہ کے بارے میں روایت احادیث کی طرف لوگوں کو دعوت دو اور جو کوئی فضیلت بھی ابوترابؑ کی نسبت احادیث میں وارد ہوئی ہے، اس کے مقابل دوسرے صحابہ کے لئے بھی بیان کرو۔ علیؑ اور ان کے شیعوں کی دلیل کے باطل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہے۔ یہ فرمان لوگوں کے سامنے پڑھا گیا۔ اور سیکڑوں حدیثیں صحابۂ کبار کے مناقب میں بیان کی جانے لگیں، جن کی کوئی اصلیت نہ تھی، واعظین ان کو منبروں پر پڑھتے اور معلمین مکتب بچّوں کو قرآن کی طرح حفظ کراتے تھے بلکہ لڑکیوں، عورتوں اور غلام و ملازم تک کو یاد کراتے تھے۔''

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سچے اسلامی روایات بھی ان بے حقیقت اخبار کے ساتھ مخلوط ہوکر بے اعتبار بن گئے اور علمی تحقیق و تدقیق میں ایک بہت بڑا رخنہ پڑ گیا۔

(۲) سب و شتم اور اکابر اہل اسلام کو گالیاں دینے کا دستور نکل آیا۔ دمشق و شام کے ممبروں پر چالیس برس تک یہ منحوس رسم ادا ہوتی رہی بلکہ سنت بنا لی گئی۔ ابوعثمان جاحظ نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ''کچھ لوگوں نے معاویہ سے کہا کہ اب تو آپ نے اپنے مقصود کو حاصل کر لیا، خدا کے لئے اب اس شخص (علی بن ابی طالبؑ) کی جان چھوڑ دیجئے۔ معاویہ نے کہا کہ ہرگز نہیں یہاں تک کہ اسی پر کمسن بچے تربیت پا جائیں اور سن رسیدہ لوگ آخر عمر تک پہنچ جائیں اور کسی شخص کی زبان پر کوئی فضیلت علیؑ کی نہ آئے۔''

سلطنت کی یہ کوششیں، مگر خدا کی شان! جس کو وہ عزت دینا چاہے اس کو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا، اور جس کو وہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا، اسلامی تصانیف کی ورق گردانی کیجئے کوئی کتاب ایسی نہ ملے گی جس میں علیؑ کے فضائل کا دریا موج زن نہ ہو۔ ع

چراغے را کہ ایزد بر فروزد

(۳) بلاد اسلامیہ میں شراب بہت آزادی کے ساتھ استعمال کی جانے لگی، اور اس کی خرید و فروخت میں کوئی روک ٹوک باقی نہیں رہی، چنانچہ عبدالرحمن بن سہل انصاری (صحابی رسولؐ) نے شراب کے بار سے لدے ہوئے اونٹوں کو

دیکھا تو اپنے نیزہ کی نوک سے ان مشکوں کو پھاڑ ڈالا۔ معاویہ کو خبر معلوم ہوئی تو کہا اس بڑھے کو چھوڑ دو اس کی عقل جاتی رہی ہے۔ عبدالرحمن نے سنا تو کہا کہ خدا کی قسم میری عقل نہیں گئی ہے، مگر رسالتمآبؐ نے ممانعت فرمائی ہے، اس سے کہ شراب ہمارے شکم میں داخل ہو یا ظرفوں میں رکھی جائے، اس واقعہ کو علامہ ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے۔

(دیکھو 'اسد الغابہ'، مطبوعہ مصر جلد ثالث، ص ۳۱۹، نیز 'اصابہ' ابن حجر جلد ۲ ص ۴۰۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں شراب کی درآمد مسلمانوں میں افراط سے ہوگئی تھی، اور اگر کوئی سچا مسلمان تعرض کرتا تھا تو اسے دیوانہ اور بے عقل کا خطاب دیا جاتا تھا۔

(۴) بے گناہ مسلمانوں کا خون بہت بے دردی سے بہایا جانے لگا، سیکڑوں کلمہ گویوں کی گردنیں زیر تیغ ہوگئیں۔ سمرہ بن جندب اور بسر بن ابی ارطاۃ اور زیاد بن ابیہ کی سیہ کاریاں اسی عہد کا نامۂ عمل ہیں، عبداللہ بن عباس کے دو کمسن بچے ماں کی گود میں ذبح کر دیئے گئے، جس کی وجہ سے وہ مجنوں ہوگئیں۔

(ملاحظہ ہو استیعاب مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد، جلد اول، ص ۶۶)

اَلنَّاسُ عَلیٰ دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ ''حکومت جس رنگ پر ہوگی زمانہ کا رخ اسی طرف پلٹ جائے گا۔ خصوصاً وہ زمانہ جب کہ بدوی عربوں کے دل میں اسلام کے نقش تازہ بیٹھے ہوئے تھے، پرانی عادتیں اور جاہلیت کی بو ابھی تک دماغوں میں بسی ہوئی تھی، وہ خدا سے چاہتے تھے کہ کسی طرح پابندی شریعت اور اسلامی قواعد کا جوا گردن پر سے اتر جائے۔ سلطنت کی نظر میں خود دیانت و امانت کا کوئی پاس و لحاظ نہ تھا' کھلم کھلا مخالفت اور اسلام فروشی کو طرۂ امتیاز سمجھا جاتا تھا۔ (تصدیق کے لئے دیکھئے 'استیعاب' ابن عبدالبر)۔ حتات مجاشعی اور جاریہ بن قدامہ اور احنف بن قیس تینوں شخص جنگ میں گئے، حتات نے معاویہ کے پاس آ کر شکایت کی کہ آپ نے ان دونوں شخصوں کو میرے اوپر ترجیح دی، اور ان کا مجھ سے زیادہ پاس و لحاظ کرتے ہیں۔ معاویہ نے جواب دیا میں نے ان کا مذہب مول لے لیا ہے، حتات نے کہا کہ پھر مجھ سے بھی میرا مذہب خرید لیجئے۔ (جلد اول، ص ۱۵۴)

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم ان مورخین کے اقوال کی تکذیب کریں باوجودیکہ ان کو امیر معاویہ سے حسن عقیدت رکھتے ہوئے ایسے احادیث وضع کرنے کا کوئی باعث نہیں، یا ان واقعات کو تسلیم کر لیں تو ایسی ظاہری توہین اسلام کی توقع ایک فاسق و فاجر معمولی شخص سے بھی نہیں ہوسکتی، چہ جائیکہ ایک مدعی خلافت بڑے شخص سے! مگر تاریخیں بہت سے ایسے واقعات کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں۔

دربارِ شام کا ایک حیرت انگیز واقعہ

اسلام کا مشہور و معروف مسلم الثبوت مورخ طبری اپنی تاریخ میں ۶۰ھ کے واقعات لکھتے ہوئے رقمطراز ہے کہ عمرو عاص اہل مصر کے ایک گروہ کے ساتھ معاویہ کی ملاقات کو آئے۔ (اس زمانہ میں عمرو عاص معاویہ سے کچھ برسر پرخاش تھے) انھوں نے ان لوگوں کو سکھلا دیا کہ تم معاویہ کے پاس جانا تو اس کی توہین کرنا اور خلیفہ کہہ کے سلام نہ کرنا۔ معاویہ کو جب ان لوگوں کی خبر معلوم ہوئی تو وہ عمرو عاص کی سازش کو تاڑ گئے، اور دربانوں سے کہا کہ نابغہ کے لڑکے (عمرو عاص) نے شاید ان لوگوں کی نظر میں میرے مرتبہ کو سبک کر دیا ہے۔ تم ان لوگوں کے ساتھ جتنی سختی و شدت کر سکتے ہو، وہ کرنا یہاں تک کہ یہ لوگ سمجھ لیں کہ ان کی جان خطرہ میں ہے۔ دربانوں نے بھی اس کی اطاعت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب سے پہلے جو شخص دربار میں معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اور بقیہ لوگوں نے بھی اس کی پیروی کی۔ (تاریخ طبری، ص ۱۸۴) یہ واقعہ جب ہماری نظر سے گزرا تو حیرت و تعجب کی انتہا نہ رہی، شام کے اسلامی دربار میں خلیفۂ وقت کو رسول اللہ کہہ کر سلام کیا جائے اور ان لوگوں کو سزا تو سزا تنبیہ بھی نہ کی جائے۔ اس سے ضمیر کا پتہ صاف چلتا ہے اور حقیقی نصب العین بالکل بے نقاب ہوجاتا ہے۔ خود حاکم وقت کو جانے دو!

دمشق کے بھرے ہوئے دربار میں کسی ایک شخص کا بھی اس واقعہ پر چیں بجبیں ہونا تاریخ میں نظر نہیں آتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اسلامی جذبات کس حد تک فنا ہو چکے تھے اور ایمان کی روحانیت کا چراغ کس درجہ خاموش ہو گیا تھا۔

بہر حال معاویہ کا زمانہ کسی نہ کسی طرح بسر ہو گیا اور انھوں نے اپنی عمر گزار دی، مگر وہ مسلمانوں کے سر پر ظلم و ستم کے ایسے دیوتا کو سوار کر گئے جس نے اسلام کے نظام کو بالکل درہم و برہم کر دیا۔ یزید کے اخلاق و عادات سے امیر معاویہ واقف نہ تھے؟ یہ کس عقل میں آنے کی بات ہے؟ تاریخوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود یزید کے خصوصیات سے واقف تھے اور اس کا اظہار بھی کیا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی 'تطہیر اللسان والجنان' میں جو معاویہ کے مناقب وفضائل میں تصنیف کی ہے لکھتے ہیں کہ ''ایک روز امیر معاویہ بیٹھے بیٹھے یکبارگی رونے لگے، مروان نے کہا کہ کیوں کیا ہوا؟ آپ کے رونے کا سبب؟ جواب دیا کہ دنیا میں کون سی راحت تھی جو میں نے نہ اٹھائی ہو اب سن زیادہ ہو گیا، ہڈیاں گھل گئیں جسم کمزور ہو گیا لیکن اگر مجھ پر یزید کی محبت کا غلبہ نہ ہوتا تو میں اپنے لئے راہ راست کو حاصل کر لیتا۔''

(حاشیہ صواعق محرقہ، مطبوعہ مصر، ص ۵۶)

دوسرے مقام پر علامہ مذکور لکھتے ہیں کہ ''معاویہ نے پورے طور پر اقرار کر لیا کہ یزید کی محبت نے ان کو ہدایت کے راستوں سے اندھا بنا دیا ہے اور اسی فرط محبت نے مسلمانوں کو ان کے بعد ایسے فاسق و فاجر کے ساتھ مبتلا کر دیا کہ جس نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔'' (حاشیہ صواعق، ص ۵۸)

اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ امیر معاویہ یزید کے افعال و عادات سے بے خبر تھے اور اس کی ولی عہدی نیک نیتی پر مبنی تھی؟ یزید کی بیعت مسلمانوں سے زبردستی لی گئی، اور زر و جواہر کے خزانے اس کے لئے وقف کر دیئے گئے۔ یزید تخت خلافت پر متمکن ہوا اور اس کے فسق و فجور نے دنیا کو پر کر دیا۔ ہر طرف معصیت خدا اور مخالفت شریعت کا بازار گرم ہوا۔ مذہب بازیچۂ اطفال اور اسلام زینت طاق نسیاں بن گیا۔ یزید کے اخلاق و عادات کے تفصیلی تذکرہ سے ان صفحات کو ملوّث نہیں کیا جا سکتا، نہ اتنا موقع ہے کہ ان پر روشنی ڈالی جا سکے۔ اسلام کی مستند تاریخیں امانت داری کے فرائض کو ادا کرتے ہوئے ان واقعات کو اپنے اندر محفوظ کئے ہوئے ہیں۔

واقدی نے مختصر الفاظ میں جس طرح یزید کی بدکرداری کی تصویر کھینچی ہے، اس پر یہاں اکتفا کی جاتی ہے۔ ''حنظلہ غسیل الملائکہ (صحابیٔ رسولؐ) کے فرزند عبداللہ بن حنظلہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم یزید ایسا شخص تھا جو اپنے باپ کی بیویوں (اپنی ماؤں) سے اور اپنی بہنوں، بیٹیوں تک سے نکاح کرتا تھا۔ شراب پیتا تھا اور نماز کو ترک کرتا تھا۔'' اس روایت کو علامہ ابن حجر نے 'صواعق محرقہ' ص ۱۳۵ میں بھی لکھا ہے کیا اسلامی بادشاہ اور مجوس میں کوئی فرق ہوا؟ انتہائی فاسق و فاجر بھی اپنی ماں بہنوں، بیٹیوں پر تصرف حمیت وغیرت بلکہ انسانیت کے خلاف سمجھتا ہے۔

بادشاہ وقت کے ان عادات و اخلاق کو دیکھ کر دنیا نے رنگ پکڑ لیا تھا اور اسلامیت بالکل فنا ہو گئی۔ لطف یہ ہے کہ بڑے بڑے صحابہ سر تسلیم خم کئے ہوئے تھے اور کسی کے دہن سے صدائے اعتراض بھی بلند نہ ہوتی تھی۔ عبداللہ بن عمر ایسے صحابی رسول اور خلیفہ زادے جنھوں نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام کی بیعت مرتے دم تک نہیں کی انھوں نے یزید کے ہاتھ پر بخوشی بیعت کر لی تھی۔

('فتح الباری'، حافظ ابن حجر عسقلانی، جلد ۲، ص ۴۴۵)

سوائے تین شخصوں کے تمام صحابہ و تابعین یزید کو خلیفۂ رسول تسلیم کر چکے تھے، وہ تین شخص حسین بن علی علیہ السلام، عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمن بن ابی بکر تھے۔ یزید کی طرف سے کوشش شروع ہوئی کہ ان کو بھی پابند بنایا جائے اور سب سے زیادہ امام حسین علیہ السلام کے حلقۂ بیعت میں داخل ہونے کے لئے اہتمام کیا گیا۔ گذشتہ تاریخ اور اسلام کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے ہر بابصیرت سمجھ سکتا ہے کہ علی بن ابی طالبؑ کا فرزند اور رسولؐ کے

خاندان کا سب سے بزرگ شخص اگر ان حالات کی موجودگی میں یزید کی بیعت کر لیتا تو کیا اسلام کا نام بھی عالم میں باقی رہ سکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔ حسینؑ کی غیرت وحمیت اور اسلامیت کبھی اس کو گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے رسولؐ کے دین کو برباد ہوتے ہوئے دیکھیں اور سکوت کریں۔ حسینؑ کا طرز عمل کتنے گہرے تدبر پر مبنی تھا، اس کی تفصیل کے لئے ایک مستقل مضمون درکار ہے۔ نافہم اور تاریخی اسباب وعلل سے بے خبر افراد اعتراض کریں کہ حسینؑ نے خود اپنی جان کو معرض خطر میں ڈالا۔ اگر مدینہ میں قیام کرتے، اور یزید سے برسر پرخاش نہ ہوتے تو آپ کا خون کربلا کی زمین پر نہ بہتا مگر حقیقت شناس باخبر افراد، اس خیال کی تصدیق نہیں کر سکتے، بنی امیہ کی عداوت بنی ہاشم اور خصوصاً علی بن ابی طالبؑ کی اولاد سے اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ وہ کسی طرح ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دے سکتے تھے اور ان کی خاموش ہستی بھی ان کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکتی تھی۔ حسن مجتبیٰؑ ایسے صلح پسند جنھوں نے مسلمانوں کی جان بچانے کے لئے دنیاوی سلطنت کو ٹھوکر لگا دی اور جن کے خلق عظیم وحلم کا دشمنوں تک کو اعتراف تھا، باوجود امور سلطنت سے کنارہ کش ہونے کے اپنی زندگی کو دشمنوں سے محفوظ نہ رکھ سکے۔ امام حسنؑ نے جس طرح معاویہ کے افعال سے درگزر کیا، اور فتنہ وفساد کو خاموش کیا، اس کا بدلہ ان کی طرف سے کیوں کر ملا؟ اس کا جواب تمام انصاف پسند بااطلاع مصنفین کی کتابوں سے چل سکتا ہے۔ خواجہ حسن نظامی صاحب اپنی کتاب 'محرم نامہ' صفحہ ۴۷ر اور دوسری کتاب یزید نامہ ص ۸۳ر میں لکھتے ہیں:-

''پہلا خون سیدنا حضرت امام حسنؑ کا ہے جو تاریخ کی روایت سے قطعاً امیر معاویہ کے اوپر ثابت ہے اور کوئی قدیم وجدید محاکمہ تاریخی وقانونی ان کی بریت اس قتل سے نہیں کر سکتا۔''

کون کہہ سکتا ہے کہ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام عراق میں نہ آتے اور مدینہ میں قیام فرماتے تو ان کے قتل کے لئے کوئی ایسا ہی خاموش حربہ استعمال نہ کر دیا جاتا، جس طرح حضرت امام حسنؑ پر استعمال کیا گیا، اس صورت میں علاوہ اس بات کے کہ امام حسینؑ کی جان جاتی، عالم پر حقیقت کے آشکار ہونے کا بھی کوئی ذریعہ نہ تھا۔ جس طرح حضرت امام حسنؑ کی وفات کے متعلق طرح طرح کے تو ہمات پیش کر کے اصل واقعہ کو پردۂ خفا کے نیچے لایا جاتا ہے، ویسے حضرت سید الشہداؑ کی شہادت بھی ایک مشتبہ صورت میں ہوتی۔ وہ صاف سادہ صحابۂ رسولؐ یا امام حسینؑ کے ہمدرد جو آپ کو کربلا جانے سے روک رہے تھے اور کہتے تھے کہ جوار رسولؐ میں قیام کیجئے۔ اس نکتہ پر متوجہ نہ تھے، ان کو سید الشہداؑ کی طرف سے یہی جواب ملتا تھا کہ ''یہ لوگ مجھ کو کہیں چھوڑیں گے نہیں''۔ اور واقعہ بھی یہی تھا، سید الشہداؑ جو کچھ ہونے والا تھا اس سے باخبر تھے، اور آپ نے یہ خیال کر کے کہ ''جان جائے تو اسلام کو زندہ کر کے جائے۔'' اس سفر کو اختیار کیا تھا۔ کربلا کے واقعہ نے یزید کے کفر وفجور کو طشت از بام کر دیا، اور رسولؐ اسلام کے نواسے کے قتل نے عالم کی آنکھیں کھول دیں، کربلا میں مظالم کا خاتمہ ہوا، ایک طرف شام وکوفہ کے لشکر کی بے رحمی، وحشیت اور ننگ انسانیت افعال، دوسری طرف حسینؑ بن علیؑ اور ان کے انگلیوں پر شمار کر لینے کے قابل رفقاء کا صبر وحلم تحمل، ثبات قدم، وفاداری اس نے دنیا کے سامنے حق و باطل کو علیحدہ کر کے پیش کر دیا، غفلت و لاعلمی کے وہ گہرے پردے جو آنکھوں پر پڑے ہوئے تھے ایک مرتبہ اٹھ گئے اور حقیقت کا چہرہ صاف نظر آنے لگا۔ شام اور اس کے اطراف کے عرب جس فضا میں پرورش پائے ہوئے تھے، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ رسولؐ وآل رسولؐ کے نام سے بھی واقف نہ تھے، جو کچھ سمجھتے تھے وہ بنی امیہ کے جابر بادشاہوں کو، ان سے کوشش کر کے اہلبیتِ رسولؐ کا نام چھپایا جاتا تھا، ان کے سامنے حقیقت کے واضح ہونے کا کوئی ذریعہ نہ تھا، سوائے اس کے جو حسینؑ نے اختیار کیا، اور کربلا میں عورتوں اور بچوں کو اپنے ساتھ لانے کا بھی فلسفہ یہی تھا۔ اگر تنہا سید الشہداؑ کربلا میں قتل کر دیئے جاتے تو حقیقت کی وہ تبلیغ جو بصورت موجودہ

(بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔صفحہ ۵۴ پر)

دوش احمدؐ سے اتروائے بہادر تھے اگر کربلا میں تجھے گھوڑے سے گرانے والے
کارناموں پہ ترے کرکے نظر تا محشر کامیابی کا سبق لیں گے زمانے والے
ہے عبادات پہ تیرے شب عاشور گواہ جاگ کر قسمتِ اسلام جگانے والے

کامل تشنۂ الفت پہ رہے چشم کرم
حشر میں ساغر کوثر کے لٹانے والے

قطعہ

سید مہدی حسین ہمدردؔ (ابن جناب میر عنایت حسین) شاگرد تمناؔ جائسی

بڑھیں تھیں زینتوں پر زینتیں اللہ کے گھر کی ولادت ہوچکی تھی تیرھویں تاریخ حیدرؑ کی
علیؑ کیا آئے کعبے میں قیامت کفر پر آئی زمیں پر چوندھیا کر گر پڑیں تصویریں پتھر کی

بقیہ۔۔۔۔۔۔روزہ — غذائے روح

اب اس سے زیادہ برکت اور کیا ہوگی کہ دوسرے دنوں میں اگر قرآن مجید کی ایک آیت کی تلاوت کریں تو صرف ایک آیت کا ثواب ہے، مگر اس ماہ مبارک میں ایک آیت کی تلاوت میں پورے قرآن مجید کا ثواب ہے، جس میں چھ ہزار سے زیادہ آیتیں ہیں، یعنی چھ ہزار گنا سے زیادہ ثواب۔ اسی کو برکت کہتے ہیں۔ دعا ہے کہ اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ ہمارے اور سارے مومنین کے روزے اور دیگر عبادتیں قبول فرمائے۔ آمین (بشکریہ روزنامہ راشٹریہ سہارا (اردو) ۲۷؍اگست ۲۰۱۰ء)

بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔بنی امیّہ کے عداوتِ اسلام کی ایک۔۔۔۔

ہوئی، نہ ہوسکتی تھی، لیکن اہلبیت رسولؐ کی اسیری اور ان کے ہر کوچہ و بازار میں پھرائے جانے اور اس پر ان کے صبر وضبط، جلالِ عصمت و طہارت، اور جا بجا معارف و حقائق سے مملو خطبوں نے، ہر گوشۂ عالم کو حسینؑ مظلوم کا مرثیہ خواں بنا دیا اور حقائق اسلام پر ایک عالمگیر روشنی ڈال دی۔

اے حسینؑ بن علیؑ! میرا اسلام آپ پر ہو، آپ نے آخر دم تک فرض شناسی اور سکون وتحمل کو ہاتھ سے نہیں (جانے) دیا، آپ نے جان و مال اور آبرو، ہر چیز کو اسلام پر فدا کر دیا، آپ نے اپنے نانا کی شریعت سے کسی چیز کو عزیز نہیں کیا۔

آپ نے دنیا کو توحید حقیقی کا نہ بھولنے والا سبق یاد دلایا، آپ خود وقتی طور پر مٹ گئے، مگر اسلام کو زندہ کر گئے، آپ کے خون کا ہر قطرہ جو کربلا کی زمین پر گر رہا تھا، شریعت میں ایک روح پھونک رہا تھا، مذہب آپ کا رہین منت ہے، اور اسلام آپ کے احسان سے سر نہیں اٹھا سکتا، خدا آپ کے سامنے ہماری طرف سے تحیہ درود کے تحفے پیش کرے۔ یَالَیْتَنَا مَعَکَ فَنَفُوْزَ فَوْزاً عَظِیْمًا

✡✡✡

اشاعت اول: سرفراز محرم نمبر ۱۳۷۴ھ
اشاعت دوم: امامیہ مشن لکھنؤ محرم ۱۳۸۳ھ